

# رہنمائے اصول فقہ

مترجم — طفیل احمد قرقشی۔ رکن ادارہ تحقیقات اسلامی

ابوالوید البابجی (۲۰۳ھ - ۲۷۴ھ)، اندرس کے مالک فقہاء میں بڑے ممتاز تھے۔ الججزی احمد المقداری (المتوفی ۲۸۳ھ) کے دو حکومت میں کاپ شالی اندرس کے صوبہ سرقطہ کے قاضی بھی رہے ہیں "الاشارة فی اصول الفقه" ان کی علم اصول فقہ میں مشہور کتاب ہے۔ اس کا صرف ایک نسخہ سکوریاں لائبریری میڈرڈ (اسپین) میں موجود ہے جس کی مائیکروفلم ادارہ تحقیقات اسلامی کے لئے حاصل کی گئی ہے، اور اسے ادارہ کی طرف سے ایڈیٹ کیا جا رہا ہے۔ اصول فقہ کی یہ کتاب بہبیں اس حیثیت سے ابھم ہے کہ اس کا صرف ایک علمی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔ وہاں اس کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب مختصر تریں بھی ہے، اور نسخ معمون میں جامع تر بھی۔ اس کے مطالعہ سے بہبیں پانچویں صدی ہجری میں اصول فقہ کی مختلف (بالخصوص مالکی اصول فقہ کی) ابصاث کے جائزہ میں مدد ملتی ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اس کتاب کا اصل متن اور انگریزی ترجمہ شائع کر رہا ہے۔ یہاں کتاب کے چند ابتدائی صفحات کا اور دو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

## شرعی دلائل کی قسمیں

شرعی دلائل کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ اصل دستیادی قسمیں ۲۔

۳۔ معقول اصل دو قسمیں جنہیں اصل یا بنیادی اقسام سے سمجھا گیا ہو۔

۲۔ استصحاب حال (وہ قسمیں جن کے مطابق عصری تقاضوں یا بہتے ہوئے حالات کو اپنایا جاسکتا ہے)۔  
جہاں تک اصل کا تعلق ہے، وہ تین ہیں:-

(۱) کتاب اللہ (۱۰)، سنت نبی علیہ السلام (۱۰)، اجماع امت۔

مقول الاصل سے مراد خطاب کی روشن (یعنی کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت) سے مفہوم سمجھنا ہے۔  
استصحاب حال کا مطلب دراصل عقلی بیان اور عصری اور نئے پیدا شدہ مسائل کا دتنزکہ دو قسموں کی روشنی  
میں) بجازہ لینا ہے (۲)۔

## کتاب اللہ

(۱) فصل - مجاز

شرعی دلائل کی تقییم کے بعد کتاب اللہ پر گفتگو کی جاتی ہے۔ جسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:-  
(۱) مجاز اور (۲) حقیقت۔

ماز ڈہ لفظ ہے جسے اس کے حقیقی (موضوع) معانی کے علاوہ استعمال کیا جائے۔ اس کی چار قسمیں  
ہیں:-

۱۔ زائد الفاظ یا لفظ کا کسی جملے میں زیادہ استعمال ہونا، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:  
تبها نقشم سوان کے عہد توڑنے پر (۳)

۲۔ کم رالفاظ یا لفظ کا کسی جملے میں کم استعمال ہونا، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:  
وستل القریۃ اور بستی سے پوچھ (۴)

۳۔ ترتیب کا بدل جانا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ :-

الذی اخرج المرجی فجعله عثما، اھوی، جس نے چارہ نکالا اور اسے کوڑا کر کر کر دیا (۵)

لہ مصنف کی مراد اصول بقدر اصول قیاس ہے۔ لہ مصنف اس میں استصحاب حال کو عقل اور اجماع  
کے استصحاب کے دو حصوں میں تقسیم کر کے ترجیحات کے خلاف ابواب پر بحث کرتا ہے۔ لہ سورہ المائدہ آیت ۱۳  
لفظ نامہ میں زائد استعمال ہوا ہے۔ لہ سورہ یوسف آیت ۸۲ "لفظ" اصل کی اس بُجکُ کی کی گئی ہے۔ حاصل مراد  
وستل اهل القریۃ (یعنی بستی کے لوگوں سے پوچھ) ہے۔ لہ سورہ الاعلی آیت ۲ - ۵ -

۲۔ استعارہ :- مجاز کی اس قسم پر یہ آیات (۶) مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں :-

۱۔ قل بسم الله الرحمن الرحيم : کہہ دیجئے تمہارا ایمان تمہیں بُلائی سکھاتا ہے ۹۰

۱۱۔ وَأَخْفَصُ لِهَا جَنَاحَ النَّذْلِ مِنَ الرَّحْمَةِ : اور ان (والدین) کے سامنے پیار سے عاجزی کے کندھے جھکا :-

۱۲۔ إِنَّ الصلوٰةَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْخَنَاءِ وَالْمُنْكَرِ : بلاشبہ نماز بے حیائیوں اور بُلائی سے روکتی ہے ۹۱

چند فقہاء کا خیال ہے کہ مجاز (کا استعمال چونکہ) ضرورت کے وقت ہی ہوتا ہے اور ذات باری تو کسی ضرورت سے بند ہے (اس نے مجازی معنی یا الفاظ کا قرآن میں کوئی وجود نہیں)، لیکن ہم اس درایے کو درست نہیں سمجھتے اس نے کہ لغت کے ماہرین (فصاحة، مجاز کو اس وقت بھی استعمال کرتے ہیں جب کہ وہ درسرے (حقیقی) الفاظ استعمال کر سکتے ہوں۔ (نہ صرف یہ بلکہ اس طریقہ کو) وہ بیٹھ ترین خیال کرتے ہیں۔

ان فقہاء کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن چونکہ پورے کا پورا حق ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز حق ہو، اور حقیقت نہ ہو۔ ان کی یہ دلیل بھی درست نہیں اس نے کہ ایک طرح سے ضروری نہیں ہے کہ ایک بات حق تو ہو لیکن وہ حقیقت بھی ہو۔ چنانچہ یہ دونوں صورتیں (حق اور حقیقت) باہمی طور پر خلاصہ ہوتی ہوئی بھی ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب آپ یہ کہتے ہیں کہ "مگر میں شیر ہے" (ر) حالانکہ وہاں ایک بہادر شخص ہوتا ہے تو آپ کا یہ قول سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اگر آپ کہیں کہ "زید مگر میں ہے" اور وہاں کوئی نہ ہو تو آپ کا یہ قول کذب پر محبوں ہو گا۔ چنانچہ ہمارے (ماں لکھ) فقہاء میں محمد بن خوزی منداد اور داؤد اصبهانی کا خیال ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ قرآن میں مجاز کا وجود ہے۔ باقی ہم مجاز کے بارے میں اپنی رائے تو بیان کر جی چکے ہیں۔

(۶) ان آیات کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) سورہ بقرہ آیت ۹۳-۹۴۔ سورہ نبی اسرائیل آیت ۲۳، اور (۷) سورہ الحکومت آیت ۵۔ ان آیات میں ایسا نکم۔ جناح الذل اور تنهی کے الفاظ استعارتاً استعمال کئے گئے ہیں۔

(۷) لفظ شیر کو اگر حقیقی معنی میں لیں گے تو قول غلط ہو گا لیکن اگر مراد بہادر شخص ہے تو صحیح ہو گا۔ اس طرح حقیقت کے تضاد کے باوجود ان کا باہمی اجتماع ممکن ہو سکتا ہے۔

## ۲۔ فصل—حقیقت اور اس کی قسمیں

حقیقت " وہ لفظ ہے جسے اپنے (لغوی و مفہومی) معانی میں استعمال کیا جائے ہے اس کی دو قسمیں ہیں:-

### (۱) مفصل (۱۱) بجمل

مفصل وہ لفظ ہے جس سے بلاکسی تشریح یا توضیح کے معنی مراد کا علم ہو جائے ہے اس کی دو قسمیں ہیں:-

### (۲) غیر مفصل (۱۲) محفل

غیر مفصل وہ لفظ ہے جس سے سامنہ کو کلام کی نایاب معلوم ہو جائے ہے غیر محفل ہی انصاف (صریح) ہی ہے۔

شکر قرآن پاک کا دلائلہ سورتوں کی عدت کے لئے یہ حکم ہے:-

"وَالْمُطْلَقُتْ يِتْرَبَصُنَّ بِالنَّفْسِهِنَ ثَلَاثَةٌ قَرُونٌ"

اور طلاق والی سورتیں تین حصیں تک انتشار کریں (۱۸)۔

چنانچہ یہ حکم رملائلہ سورتوں کی عدت کے بارے میں، انصاف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کو لفظ شلثۃ (تین) ایسا لفظ ہے جس کے بعد کسی اور بات کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ جب بھی غیر مفصل لفظ استعمال ہو تو اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے سوئے اس کے کاؤ سے کوئی ناسخ یا معارض حکم رد کر دے۔

### ۳۔ فصل—محفل

محفل وہ لفظ ہے جس میں دو یا اس سے زیادہ معانی کا احتمال پایا جائے ہے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں پہلی صورت تو یہ ہے کہ آیت میں (کسی لفظ کے) محفل میں دوسروں کے مقابلہ میں ظاہر نہ ہوں۔ مثلاً آپ لفظ رنگ کہتے ہیں۔ اس میں سفید، سیاہ اور سبی دوسرے رنگ شامل ہیں حالانکہ مراد صرف ان سب میں سے ایک ہی رنگ ہے۔ یا فرض کیجئے کوئی ایسا شخص جس کا حکم مانا آپ کے لئے ضروری ہو، آپ سے کہتا ہے کہ اس کپڑے کو رنگ دو۔ اگر رنگ کا انتخاب آپ پر چھوڑ دیا جائے تب تو آپ کسی بھی رنگ میں رنگ کر حکم کی بجا آوری کر سکتے ہیں۔ ملکیں اگر اس کی مراد کوئی خاص رنگ سے ہے تو بھرا آپ کے لئے اس وقت تک حکم مانا مشکل ہو جائے گا جب تک کہ رنگ کا تعین نہ کرو دیا جائے۔ چنانچہ دوسری صورت کے پیش نظر، کسی کام کو پورا کرنے کے لئے حکم دیتے وقت بیان میں تائیر جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ (کسی آیت میں) محفل لفظ کے سب معانی میں (جو کہ مراد لئے جاسکتے ہوں)

کوئی ایک متنی زیادہ ظاہر ہو، جس طرح ظاہر اور عموم کے الفاظ میں بوتا ہے۔

### ۳۔ فضل - امر

ظاہر الفاظ سے مراد ایسے الفاظ ہیں جن کو سننے کے بعد (فوري طور پر) وہی معنی ذہن میں آئیں جن کا ان الفاظ میں احتمال ہے۔ امر کے الفاظ بھی انہی میں سے ہیں جس طرح ارشاد باری تعالیٰ :-

۱:- اقیموا الصلوٰة واتوٰزکوٰة : نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو (۹) ۔

۲:- داقِتلوٰا المشرکین : اور شرک کرنے والوں کو قتل کرو (۱۰) ۔

چنانچہ یہ (اور ایسے ہی دوسرے الفاظ) جب استھان ہوتے ہیں تو دسامع (ان سے حکم ہی مراد لیتا ہے۔ علاوہ ازیں امر کو ان دو مندرجہ ذیل چار معنی (۱۱) میں مراد لینا بھی جائز ہے۔

۳:- ایاحت (العنی کسی چیز کی اجازت دینے کے معنی میں) مثلاً فرمان خداوندی :-

وَاذْاحْلِلُمْ فَاصْطَادُوا : اور جب تم احرام سے نکلو تو شکار کرو (۱۲) ۔

۴:- تجیر (کسی کو ساجز کرنے کے معنی میں) مثلاً فرمان ایندھی :-

كُولُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا : تم پتھر ہو جاؤ یا لو جاؤ۔ (۱۳)

۵:- تہذید و حکم کانے اور خوف دلانے کے معنی میں) مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :-

اعْلُوا مَا شَتَّمْ اَنْهِ بِهَا تَعْلُوْنَ بَصِيرٌ : جو تمہارا جی چاہے کرو (یعنی یہ یاد رکھو کر)

تم جو کچھ بھی کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہے۔ (۱۴) ۔

۶:- تعجب (حیرانی کے اظہار کے معنی میں) مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان :-

(۹) سورہ بقرہ آیت ۳۴، (۱۰) سورہ توبہ آیت ۵، (۱۱) احناف کے ہاں امر ان اخبار و معنوں میں استھان ہوتا ہے۔ ایجاد، ندب، تاذیب، ارشاد، ایاحت، تہذید، امتنان، اکرام، تعجیز، تمسخر، اہانت، تسویہ، دعا، تسبیح، اعتقاد، تبحیث، تعجب، اخبار، (۱۲) سورہ المائدہ آیت ۲،

(۱۳) سورہ نبی اسرائیل آیت ۵۰ مذکور ہے کہ جواب دیتے ہوئے اس آیت میں ان کے اس مجرم کا اظہار کیا گیا ہے کہ خواہ مرنے کے بعد وہ پتھر کے ہو جائیں یا لوٹا بن جائیں انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (۱۴) سورہ حم السجدة آیت ۰۔

(اسیع بھم والبص، یوم یا قونسا : ان کا حال میں اور دیکھ جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے تھا)۔  
ان مختلف شاہروں میں امر ظاہر تر ہے۔ چنانچہ جب تک کوئی قرینہ روند کر دے ظاہر الفاظ کو امر پر  
ختم کیا جائے گا۔ اور جب کسی قرینہ کی وجہ سے الفاظ کے معنی امر کے علاوہ اور کچھ مراد ہوں تو اس  
قرینہ کے مطابق ان (الفاظ ظاہر، کام خوبوم مراد) لیا جائے گا۔

### ۵۔ فصل - امر واجب اور امر مندوب

امر کے مختلف معانی پر گفتگو کرنے کے بعد امر کے بارے میں یہ جانتا ضروری ہے کہ امر اس کی  
برتری، بتائید اور طاقت کی وجہ سے کسی کام کے کرنے یا کسی بات کے لئے کہنے کے تلقیحے کو کہتے ہیں۔  
امر کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) واجب اور (۲) مندوب الیہ۔

امر واجب اس حکم کا نام ہے جس کا ترک کرنا دشیریت میں، قابل موافذہ ہے جس طرح ارشاد  
باری تعالیٰ ہے:-

اقیموا الصلاة واتو الزکاة : نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو (۱۴)۔

مندوب الیہ (یا امر استحباب) وہ امر ہے جس پر عمل کرنا تو باعث ثواب ہے لیکن اس کا ترک  
کرنا قابل موافذہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:-

فَكَاتِبُوهُمْ أَنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَالْوَاهِمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الْعَزِيزِ اتَاكُمْ : تم اگر بہتر سمجھو تو  
ان (غلاموں) سے مکاتبت (کا معابہ) کرو اور انہیں خدا کے مال میں سے جو اُس نے تھیں دیا ہے کچھ  
دوڑ (۱۴)۔

امر کا لفظ (عبارات میں) مندوب (راستحباب) کے مقابلے میں واجب کا اظہار زیادہ کرتا ہے۔ اس  
لئے جب بھی (کسی بارت میں) امر کا لفظ کسی قرینہ کے بغیر استعمال ہو تو اسے واجب ہی سمجھا جائے گا۔  
لیکن اگر کسی قرینہ یادیں سے یہ لفظ مندوب ہونے کی طرف اشارہ کرے تو پھر اُس کا اطلاق امر مندوب

(۱۴) سورہ مریم آیت ۳۸۔ (۱۴) سورہ بقرہ آیت ۳۴۔ (۱۴) سورہ فور آیت ۳۳۔ اس آیت میں مکاتبت  
کے معاحدے کو فرض کی جائے امر استحباب کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔

(یا استحباب) پر کیا جائے گا۔

قاضی ابو بکر کا خیال ہے کہ امر کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ نہ تو اسے وجوب پر اور نہ ندیب پر محتمل سمجھا جائے بلکہ دونوں میں اس وقت جو مفہوم مراد ہو (تو اس وجوب ہو یا ندیب) اور اس کی دلیل موجود ہو تو اس کا اطلاق اس دلیل کے مطابق کیا جائے۔ اس کے بر عکس ابو الحسن بن المساب کی رائے یہ ہے کہ لفظ امر کو ندیب پر محول خیال کرنا چاہیے، لیکن جب دلیل یا قرینہ سے اس (لفظ امر) کے وجوب پر دلالت کرنے کی نشان دہی ہو جائے تو اسے اس پر محول سمجھا جائے۔

لیکن ہماری دلیل اس سلسلے میں قرآن پاک کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ ابلیس سے کہتا ہے کہ:-  
ما منعك ان تَسْجِدًا ذَا امْرَتْكَ: تَجْهِي سجدے سے کس بات نے روکا جب کہ میں نے تمہیں حکم دے دیا تھا۔ (۱۸)

جب ابلیس نے آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کی بجا اوری نہ کی تو اسے قابل موافذہ سمجھا گیا۔ اس نے کہ اگر لفظ امر را سجدہ لزوم یعنی آدم کو سجدہ کرو و جب کامقاوضی نہ ہوتا تو موافذہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ کیونکہ جب کوئی فعل دا جب ہی نہیں ہوا تو اس کا توک کرنا قابل موافذہ کیسے ہو سکتا ہے۔

#### (۶) فصل - امر مطلق

امر مطلق فوری طور پر کسی فعل کو کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔ محمد بن خوزیم مزاد نے کہا ہے کہ مغربی (اندلسی) مالکیوں کی سبیل رائے ہے چنانچہ قاضی ابو بکر نے بھی اسی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ لیکن بنداد کے مالک علماء کا خیال یہ ہے کہ امر کسی کام کے فوری کرنے کا مقاصدی ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ افضل یا کرد کہنا معنی تناخاطب کا اظہار کرنا ہے، جس طرح کسی کام کے ہونے میں وہ (معینہ) وقت بھی شامل ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایک شخص یہ اطلاع دیتا ہے کہ وہ کھڑا ہے۔ چنانچہ اگر اس کے کھڑے ہونے میں تاخیر ہو جائے تو جو اسے جھٹپٹ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح ایک شخص کو کھڑا ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اگر اس کا کھڑا ہونا حکم دینے کے بعد دلچسپی دیرے پایا جائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے حکم نہیں مانا۔

چنانچہ (ہماری دلیل کے) ثبوت کے بعد یہ اصول مرتب کیا جاسکتا ہے کہ تاخیر سے ادا کئے جانے والے واجب کی حیثیت یہ ہے گر وہ اپنے وقت پر ادا کیا جا رہا ہے سو اسے اس کے کرمخاطب کو یہ

اپنی طرح یقین نہ ہو جائے کہ (اس کی اس تاخیر سے) فعل ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ مکلف کے حکم کی بجا آوری میں تاخیر کے جواز کی مثال بالکل اس حاکم کی سی ہے جو کسی مجرم کو اور ایک استاد اپنے شاگرد کو اس گمان غالب پر نزد اپنے رہا ہو کر وہ مددک نہیں ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کی ہلاکت کا گھان غائب ہو تو اس قسم کی نزد اپنا حرام ہو جاتا ہے۔

### ۶۔ فصل - امر واجب کی تفسیخ

جب امر واجب منسوخ ہو جائے تو جواز پر اس کا استدلال گزنا درست ہو گا۔ لیکن ہمارے چند علماء میں قاضی ابو محمد بھی ہیں اس قسم کے استدلال کو جائز نہیں سمجھتے۔ ہماری دلیل اس سلسلے میں یہ ہے کہ کسی کام کو کرنے کا حکم اس (کام) کے واجب اور جائز ہونے کا مقام قاضی ہوتا ہے۔ گویا جائز کی لزومیت تو بدیہی ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک کام جو جائز ہو ضروری نہیں کہ واجب بھی ہو، لیکن اس کے بر عکس یہ محال ہے کہ ایک کام واجب تو ہو اور جائز نہ ہو؟ کیوں کہ کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جا سکتا جو جائز نہ ہو۔ جائز ہونے سے مراد یہاں شرعی اعتبار سے درست ہونا ہے۔ چنانچہ اس بحث کا ما حل یہ ہے کہ (اگر امر واجب منسوخ بھی ہو جائے تو) وجوب کی تفسیخ سے باقی حکم یعنی اس کے جواز کی صورت قائم رہتا ہے کیوں کہ تفسیخ کا تعلق جواز سے نہیں۔

صرف وجوب ہی سے ہے۔

